اللہ تعالیٰ کا عظیم کارخانۂ قدرت

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۳۰؍دسمبر ۱۹۸۳ء بمقام مسجد اقصیٰ ربوہ)

تشہد وتعوذ اور سورۂ فاتحہ کے بعد حضور نے درج ذیل آیات قرآنی تلاوت فرمائیں:

اِنَّ فِیۡ خَلۡقِ السَّمٰوٰتِ وَ الۡاَرۡضِ وَ اخۡتِلَافِ الَّیۡلِ وَ النَّہَارِ لَاٰیٰتٍ لِّاُولِی الۡاَلۡبَابِ ﴿۱۹۱﴾ الَّذِیۡنَ یَذۡکُرُوۡنَ اللّٰہَ قِیٰمًا وَّ قُعُوۡدًا وَّ عَلٰی جُنُوۡبِہِمۡ وَ یَتَفَکَّرُوۡنَ فِیۡ خَلۡقِ السَّمٰوٰتِ وَ الۡاَرۡضِ ۚ رَبَّنَا مَا خَلَقۡتَ ہٰذَا بَاطِلًا ۚ سُبۡحٰنَکَ فَقِنَا عَذَابَ النَّارِ ﴿۱۹۲﴾ (آل عمران: ۱۹۱، ۱۹۲)

پھر فرمایا:

اللہ تعالیٰ کے اتنے احسانات اور اتنے فضل اور اتنے کرم ہیں کہ ان کا شمار ممکن نہیں۔اس کے احسانات کے شکر کی جتنی بھی کوشش کی جائے توفیق نہیں ملتی۔اس جلسہ پر ہم نے اللہ تعالیٰ کے بے انتہا فضلوں کو نازل ہوتے دیکھا۔باوجود اس کے کہ توقع سے بھی بڑھ کر حاضری تھی، حالانکہ توقعات بھی کافی بلند تھیں پھر بھی سارے انتظامات خدا تعالیٰ کے فضل سے اتنی عمدگی سے،اس خوش اسلوبی سے انجام پذیر ہوئے کہ یوں محسوس ہوتا تھا کہ بہتا ہوا پانی ہے، نہ اس پر کسی کو زور لگانا پڑ رہا ہے، نہ اس کا رخ معین کرنا پڑ رہا ہے، ایک خودرَو سی چیز تھی جو خود بخود گزرتی چلی جارہی تھی۔

گزشتہ سال جلسہ سالانہ کی حاضری کی جو تعداد پنڈالوں میں گنتی کے ذریعہ معلوم ہوئی تھی

اس سے پتہ چلتا تھا کہ مستورات میں Sixty Nine Thousand Some Thing یعنی ۶۹ ہزار کچھ تعداد تھی اور مردوں میں ۸۵ ہزار کچھ تعداد تھی۔ یہ وہ تعداد ہے جو جلسہ گاہ میں موجود ہوتی ہے اور کارکنان جن کے سپرد چھوٹے چھوٹے قطعات کئے گئے ہیں وہ باقاعدہ شمار کرتے ہیں۔ اس کے علاوہ ایک بڑی تعداد ہے جو پارکوں میں ہوتی ہے، لنگر خانوں میں کام کر رہی ہوتی ہے یا سڑکوں پر ارد گرد کھڑی ہوتی ہے وہ اس شمار میں نہیں ہے۔

اس سال خدا تعالیٰ کے فضل سے عورتوں کی تعداد ۸۵ ہزار اور مردوں کی ایک لاکھ ۲۸ ہزار تک پہنچ گئی۔ تو ہمیں جو توقع تھی کہ انشاء اللہ اتنے مہمان زائد آئیں گے اس سے بھی بڑھ کر اللہ تعالیٰ نے فضل فرمایا لیکن جہاں تک میں نے جائزہ لیا اور مختلف مہمانوں سے پوچھا اور مختلف ایسے کارکنان سے دریافت کیا جنہیں میں سمجھتا تھا کہ وہ مجھے اپنے طور پر صحیح رپورٹ کریں گے۔ گزشتہ سال کی نسبت ہر پہلو سے انتظام بہتر ہی رہا ہے اور دراصل انتظام کی خوبی ہی اس کی خاموشی ہے۔ جتنا اعلیٰ انتظام ہوا تنے ہی اس کے کارندے پس منظر میں چلے جاتے ہیں اور ان سے متعلق پتہ نہیں چلتا کہ کون ہے، کیا کر رہے ہیں ان پر کوئی بوجھ بھی پڑ رہا ہے کہ نہیں۔ صرف کام ہوتا ہوا دکھائی دیتا ہے۔

چنانچہ جب میں نے یہ مسئلہ سوچا تو میری توجہ اللہ تعالیٰ کی اس کائنات، اس عظیم کارخانۂ قدرت کی طرف منتقل ہوگئی اور میں نے سوچا کہ یہ اتنا خاموش ہے کہ اس کے کارندے نظر سے اس طرح غائب ہو چکے ہیں کہ بہت سے بدقسمت انسان اس بات کا انکار ہی کر بیٹھے ہیں کہ اس کا کوئی چلانے والا ہے۔ دنیا کے چھوٹے چھوٹے کارخانے جب خود بخود چل رہے ہوتے ہیں تو انہیں دیکھ کر تو وہ تصور بھی نہیں کر سکتے کہ ان کے پیچھے کوئی ہاتھ کارفرما نہیں ہے جو اس کو منظّم کر رہا ہے، کوئی منتظم نہیں ہے جو اس کو چلا رہا ہے لیکن اس عظیم کارخانہ قدرت کی طرف نظر ڈالتے ہیں ہر روز اس سے استفادہ کرتے ہیں، اس میں دن رات سانس لیتے ہیں اور اپنے سارے فوائد حاصل کرتے ہیں لیکن اس طرف ان کا ذہن جاتا ہی نہیں کہ اس کارخانے کو چلانے کے لئے بھی کوئی انتظام ہونا چاہئے۔ جتنا انتظام نظر نہ آئے اتنا ہی بڑی خوبی اس کے پیچھے مخفی ہوا کرتی ہے۔ ان دونوں کے درمیان ایک یہ تناسب ہے کہ جتنا نمایاں کام کرنے والا نظر آ رہا ہو اتنا ہی کام کمزور ہوتا ہے اور جس حد تک وہ غائب ہونا شروع ہو جاتے ہیں اتنا ہی اعلیٰ انتظام ہوتا ہے اور کارخانۂ قدرت سے تو چلانے والے ایسے

غائب ہو چکے ہیں کہ دنیا کی باریک نظر رکھنے والوں کو بھی نظر نہیں آرہے۔ چنانچہ میں نے غور کیا تو یہ دیکھ کر حیرت ہوئی کہ اس ساری کائنات میں ان گنت وجود ہیں جن کے رزق کا روزانہ انتظام ہو رہا ہے۔ ہر ثانیہ انتظام ہو رہا ہے۔ چنانچہ قرآن کریم فرماتا ہے:

وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ فِي الْاَرْضِ اِلَّا عَلَى اللّٰهِ رِزْقُهَا وَيَعْلَمُ مُسْتَقَرَّهَا وَمُسْتَوْدَعَهَا ۭ كُلٌّ فِيْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ ۝ (ہود:۷)

کہ اس زمین و آسمان میں کوئی ایک بھی جاندار ایسا نہیں جس کے رزق کا اللہ تعالیٰ نے انتظام نہ فرما دیا ہو اور پھر رزق کا ہی نہیں اس کی رہائش کا بھی انتظام فرما رکھا ہے اور خدا جانتا ہے کہ کس نے عارضی ٹھکانہ کہاں کرنا ہے اور مستقل ٹھکانہ کہاں کرنا ہے۔ چنانچہ یہ جو کائنات میں پھیلے ہوئے، جوّ میں اور سمندر میں اور ہواؤں میں پھیلے ہوئے جو جانور ہیں ان کی قسمیں ہی شمار میں نہیں آسکتیں۔ سمندر کے اندر جو زندگی نظر آتی ہے وہ اتنی حیرت انگیز ہے اور اس کی اتنی مختلف شکلیں ہیں اور اس طرح ان کو خدا تعالیٰ نے اپنی ضرورت کے مطابق آراستہ کر رکھا ہے اور ایسا حسین توازن قائم کر رکھا ہے کہ ایک پرسکون سمندر کی سطح کے نیچے ایک پوری کائنات بس رہی ہے اور ایسے سمندروں میں بھی جہاں پہلے سائنسدانوں کا خیال تھا کہ یہاں کچھ بھی نہیں ہوسکتا نیچے خاص قسم کی ریت نے تہیں جما رکھی تھیں اور وہاں بظاہر زندگی کے کوئی آثار نظر نہیں آتے تھے۔ اب انہوں نے غوطہ خوری کے ذریعہ ایسے سامان پیدا کر لئے ہیں کہ بعض دفعہ وہ بہت لمبے عرصہ تک صبح سے شام، شام سے صبح تک روشنی کے آلات اور پھر بہت سے کیمرے وغیرہ لے کر وہاں پہنچتے ہیں تو انہوں نے ان سمندروں کے کناروں پر جو عرب کے ریگستان کے ساحل کے ساتھ ساتھ ہیں، یہ دیکھ کر بے انتہا حیرت کا اظہار کیا ہے کہ مثلاً ہم وہاں زمین کے نیچے سمندر کی تہ میں پہنچے تو ریت کے سوا کچھ نظر نہیں آتا۔ کامل خاموشی تھی، پھر ہم نے جب آہستہ سے غور سے دیکھنا شروع کیا تو بہت سے جانور بھیس بدل کر خاموش بیٹھے ہوئے تھے کہ ان کا شکار پاس سے گزرا تو وہ اس کو کھا جائیں اور انہوں نے عجیب عجیب قسم کے Camouflage کئے ہوئے تھے۔ بعض کی ریت میں سے صرف آنکھیں چمک رہی تھیں، بعض کے بازو باہر نکلے ہوئے تھے، بعض پودوں کی طرح زمین میں گڑ کے کھڑے تھے اور ان کو ہم پودے سمجھ رہے تھے، وہ جاندار تھے اور انتظار کر رہے تھے کہ کب اللہ ان کا

رزق بھیجے۔ پھر جب وقت بدلا، سورج ڈوبا رات آئی تو اچانک وہاں بے انتہا اور جاندار بھی پیدا ہو گئے اور ریت میں جہاں بظاہر کچھ بھی کھانے کے لئے نہیں تھا ان سب کی خوراک کا انتظام موجود تھا اور انہیں زمین میں نہایت خاموشی کے ساتھ ایک پوری کائنات بسی ہوئی دکھائی دی۔ ابھی بھی وہ اس پر تحقیق کر رہے ہیں اور جو تصویریں شائع ہوئی ہیں انہیں دیکھ کر اللہ تعالیٰ کی اس صفت اور اس کی مصوری پر حیرت ہوتی ہے۔

اسی طرح ریگستان سے متعلق جہاں درجہ حرارت 140 تک پہنچ جاتا ہے جسے لق و دق صحرا کہتے ہیں، خیال تھا کہ وہاں کوئی چیز ہو ہی نہیں سکتی اب سائنسدانوں نے تحقیق شروع کی تو اس پر بھی بڑے دلچسپ مضامین شائع ہونے شروع ہوئے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ ادھر سورج ڈوبا اور ریت ذرا ٹھنڈی ہونا شروع ہوئی تو ہر طرف سے زندگی پھوٹنی شروع ہوگئی۔ کچھ جانور ایسے ہیں جو نسبتاً کم درجہ حرارت پر زندہ رہتے ہیں، وہ زمین میں گہرے گئے ہوئے تھے جہاں تک سورج کی گرمی اثر نہیں کرتی تھی۔ انہوں نے سوراخ بنا کر وہاں اپنی جائے رہائش رکھی ہے اور کچھ جاندار جو ذرا زیادہ گرمی بھی برداشت کر لیتے ہیں وہ ان سے کچھ قریب تھے اور کچھ اور زیادہ قریب تھے اور کچھ اور زیادہ قریب تھے۔ سانڈھے اور اس قسم کے جانور جو بہت زیادہ گرمی برداشت کر سکتے ہیں سب سے پہلے یہ نظر آنے شروع ہوئے اور اچانک ہم نے دیکھا کہ پھر زمین سے اور چیزیں نکلنی شروع ہوئیں، پھر اور چیزیں نکلنی شروع ہوئیں اور سارا ویرانہ آباد ہو گیا۔ اور کسی نے شبنم چاٹی، کسی نے کہیں سے کچھ اور کھایا۔ آسمان سے اترنے والے خوراک کے اور انتظامات جو اللہ تعالیٰ نے کر رکھے تھے، ان سے استفادہ کیا اور یوں معلوم ہوتا تھا کہ جنگل میں منگل ہو گیا ہے۔

حشرات الارض کی بے انتہا قسمیں ہیں جو شمار میں نہیں آسکتیں اور جو عام بڑے جانور چلنے پھرنے والے ہیں ان کی بھی اتنی قسمیں ہیں، اور ہر قسم پھر آگے اس طرح تقسیم ہو چکی ہے اور حیرت کی بات یہ ہے کہ ہر ایک کی خوراک کا مناسب انتظام ہوتا ہے اور Waste Products کا کوئی نقصان کہیں نظر نہیں آ رہا۔ یہ ہے اللہ تعالیٰ کی قدرت کا ایک حیرت انگیز کمال۔ آپ دنیا میں ایک چھوٹا سا بھی کارخانہ بنائیں تو Waste Products ایک مصیبت بن جاتی ہے وہ فضلہ جو ہر پیدائش کا لازمہ ہے۔ جب کوئی چیز پیدا کرتے ہیں تو کچھ فضلہ ہوگا جو نقصان دہ ہوتا ہے اس کو کہاں

پھینکیں، کس طرح اسے ختم کریں؟ آج کے انسان کے لئے جو بڑا اخلاق بنا پھرتا ہے یہ ایک بڑی مصیبت بنی ہوئی ہے۔ آئے دن ایسے واقعات پیش آ رہے ہیں کہ ایٹم کا فضلہ کہاں پھینکیں روزمرہ کارخانوں کے فضلے کا کیا کریں اور بعض علاقوں میں تو اس فضلے کے نتیجہ میں عام زندگی ہلاک ہونا شروع ہوگئی ہے۔

چنانچہ امریکہ اور کینیڈا کے بعض علاقوں میں فضا میں سلفر اتنی زیادہ بڑھ گئی کہ اس سے سلفیورک ایسڈ بن کر جھیلوں کے پانی کو اس نے تیزابی کر دیا اور آہستہ آہستہ اس کی تیزابیت اتنی بڑھ گئی کہ وہاں جانور مرنے شروع ہو گئے اور پھر وہی پانی جب انسان بھی پیتے ہیں تو وہ ایک زہر کا چکر چل پڑتا ہے جو ساری زندگی میں گھوم رہا ہے۔ تو معمولی اور چھوٹے سے کارخانے ہیں وہ اس کارخانہ قدرت کے مقابل پر کوئی حیثیت ہی نہیں رکھتے جو خدا تعالیٰ نے ساری کائنات میں چلا رکھا ہے، اوران کے Waste Producte کا مسئلہ ہی حل نہیں ہو رہا کہ کیا کریں۔ اوراس طرف نظر نہیں کرتے کہ خدا تعالیٰ نے جو کارخانہ بنایا ہے اس کا اصول یہ ہے کہ ایک کی Waste Product دوسرے کی غذا بن گئی ہے اور ایک ذرہ بھی ضائع نہیں ہو رہا، ہر چیز گھوم کر پھر واپس اس کائنات میں چلی جاتی ہے اور وہی توازن برقرار رہتا ہے۔ آپ آکسیجن کھاتے ہیں اور کاربن ڈائی آکسائیڈ نکالتے ہیں جو پودوں کی غذا بن جاتی ہے۔ جتنے جاندار سانس لیتے وقت کاربن ڈائی آکسائیڈ نکالتے ہیں وہی پودے کھا رہے ہوتے ہیں اور پودے ہیں کہ تازہ آکسیجن بنا بنا کر واپس پھینک رہے ہیں۔ بے شمار جاندار ایسے ہیں جو دوسرے جانداروں کے فضلے پر پل رہے ہیں اور فضلہ اگر نہ ہو تو زمیندار خوب جانتا ہے کہ اس کی فصل پر بھی کتنا برا اثر پڑتا ہے۔ اتنا حسین توازن ہے کہ ہر جاندار کا فضلہ کسی اور جاندار کے کام آ رہا ہے اور پھر صفائی کا انتظام بھی ساتھ ساتھ اسی طرح ہوتا چلا جا رہا ہے۔

چنانچہ افریقہ کے جنگلوں میں بعض جگہوں پر جہاں ہاتھی رہتے ہیں ان سے متعلق سائنسدانوں نے تحقیق کی ہے کہ اگر خدا تعالیٰ نے ان کا فضلہ صاف کرنے کا انتظام نہ کیا ہوتا تو وہاں فضلے کے پہاڑ بن جاتے اور پھر کوئی چیز وہاں بس نہیں سکتی تھی۔ مگر چھوٹے چھوٹے کیڑے ہیں جو رات کے وقت نکلتے ہیں اور اس فضلے کے گولے بنا بنا کر اور اسے الگ الگ جا کر سوراخوں میں نیچے

داخل کر کے اپنی خوراک کی حفاظت کا انتظام بھی کر رہے ہوتے ہیں اور وہ رات ہی رات میں سارا جنگل صاف کر دیتے ہیں۔ وہ فضلہ ان کی خوراک ہے اور جوان کا فضلہ ہے اس کا انتظار بعض اور جاندار کر رہے ہوتے ہیں کہ اب یہ کھا پی کر فارغ ہوں تو جوان کا فضلہ ہوگا پھر ہم اس کو کھا کر اس پر پلیں گے۔ یہ اتنا کامل چکر ہے کہ اس کے بیچ میں کوئی ایک ذرہ بھی نہیں جو ضائع ہو رہا ہو۔ ہمیں محسوس بھی نہیں ہوتا کہ یہ کائنات کس طرح چل رہی ہے۔ پانی کا انتظام دیکھیں۔ سمندر ہے، کس طرح خاموشی کے ساتھ پانی اٹھ رہے ہیں اور پہاڑوں پر جا کر خاموشی کے ساتھ واپس آ رہے ہیں۔ اگر یہ پانی اس طرح جاری نہ ہوں تو اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے کہ اگر تمہارا پانی نیچے اتر جائے تو تمہارے پاس کوئی طاقت نہیں ہے کہ اس کو کھینچ کر واپس لا سکو۔ (الملک:۳۱) نمکین سمندروں میں سے صاف پانی اٹھانا اور اس کو پھر اس طرح چلانا کہ بغیر آواز، بغیر شور، بغیر کسی فساد کے وہ پانی از خود جہاں پہنچتا ہے وہاں پہنچ رہا ہے اور کچھ بہہ رہا ہے، کچھ جھیلوں کی صورت میں ہے، کچھ زمین میں جذب ہو کر انسان کے کام آتا ہے اور ساتھ ہی سارے کا سارا صاف اور شفاف بھی ہو چکا ہوتا ہے۔

اس کے برعکس ایک انسان جو صنعت کاری کے اتنے بڑے دعوے کرتا ہے صرف مڈل ایسٹ کے پانی کا مسئلہ ہی حل نہیں کر سکا۔ ایسی ایسی سکیمیں بنائی ہیں کہ ساؤتھ پول (قطب جنوبی) سے برف کے تودے کاٹ کر انہیں جہاز گھسیٹ کر لے آئیں اور وہاں جا کر جتنی برف بچ جائے اس سے وہ پانی لیں۔ لیکن اللہ تعالیٰ کا انتظام دیکھیں کس خاموشی سے فضا میں خود بخود بخارات اٹھ رہے ہیں کوئی پتہ ہی نہیں لگ رہا کہ کیا ہو رہا ہے اور جو انرجی آ رہی ہے وہ سب جگہ موجود ہے لیکن کسی کو آگ نہیں لگا رہی ورنہ کارخانوں کے لئے جو انرجی استعمال کرنی پڑتی ہے اس کی تو بعض دفعہ اتنی خطرناک شکلیں بن جاتی ہیں کہ نہ صرف اسے سنبھالنا مشکل بلکہ اس کے قریب کام کرنا بھی مشکل ہو جاتا ہے اور اٹامک انرجی تو بہت ہی زیادہ خطرات اپنے اندر رکھتی ہے۔ اب آرام سے پیاری پیاری دھوپ اتر رہی ہے اور پورے کارخانے کی طاقت جتنی چاہئے اتنی دے رہی ہے اس سے کچھ حصہ زائد نہیں کر رہی۔ اس میں اتنے باریک حساب ہیں اور اتنے حیرت انگیز اعداد و شمار الجھے ہوئے ہیں کہ دنیا کا بڑے سے بڑا کمپیوٹر بھی اسے حل نہیں کر سکتا۔ اس توازن کو اس باریکی کے ساتھ رکھنا کوئی معمولی بات نہیں کہ خود بخود ہو چکا ہو۔ پھر آپ دیکھیں کہ بعض دفعہ آپ غور بھی نہیں کرتے کہ کسی جگہ

ایک درخت کے سایہ میں اوپر کڑوی اور بدمزہ نیم نبولیاں لگی ہوئی ہیں اور اس کے نیچے ایک بیل میں شیریں خربوزے یا تربوز لگے ہوئے ہیں، ساتھ ہی آلو بن رہے ہیں، کہیں ٹماٹر بن رہے ہیں۔ کہیں آم کا درخت ہے مٹی وہی ہے، پانی بھی وہی ہے دھوپ بھی وہی ہے جو وہ کھا رہے ہیں، مگر رنگ اور روپ کس طرح بدلتے ہیں کہیں کانٹے نکل رہے ہیں، کہیں نہایت خوبصورت گلاب کے پھول، کہیں سفید چنبیلی ہے اور کئی قسم کی خوشبوئیں اٹھ رہی ہیں اور وہیں ایسے واقعات بھی رونما ہو رہے ہیں کہ ایک جانور گند پہ منہ مار رہا ہے، ایک مکھی شہد چوس رہی ہے، ایک بھنورا ہے جو پھولوں پر بیٹھا ہے، ایک کیڑا ہے جو گندگی ڈھونڈتا رہتا ہے اور صرف اس پر ہی اترتا ہے، اور اگر پھول پر بٹھا دو تو بے چارہ بھوکا مر جائے اور شائد اس کی ناک میں تکلیف ہو جائے کہ کتنی بدبودار چیز پر میں بیٹھا ہوں اور پھر وہیں Worms ہیں زمین کے اندر جا کر وہ گندگی کھاتے اور Waste Products کو استعمال کرتے ہیں اور اس کو پھر انہی پودوں کے لئے جو خوشبو پیدا کر رہے ہیں غذا بنا رہے ہوتے ہیں اور کسی کو کچھ سمجھ نہیں آ رہی کہ کیا ہو رہا ہے اس کے پیچھے کیا کیا چیزیں ہیں۔ یہ آخر کیوں نہیں ہو رہا اور یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ انسان کیوں نہیں دیکھتا۔ اس مسئلہ کو قرآن کریم بیان فرماتا ہے:

لَا تُدْرِكُهُ الْاَبْصَارُ وَهُوَ يُدْرِكُ الْاَبْصَارَ (الانعام: ۱۰۴)

کہ اے بیوقوفو! تمہاری آنکھوں میں یہ طاقت نہیں ہے کہ کسی چیز کی کنہ کو معلوم کر سکو۔ تم تو اندھے ہو اگر اللہ کا نور نہ اترے۔ وہی ہے جو بصیرت عطا فرماتا ہے وہ بصیرت عطا نہ فرمائے تو تمہاری نظریں ٹھہر جاتی ہیں آگے پردے پڑے ہوئے ہیں۔

چنانچہ اسی مضمون کو ایک خاص ترتیب سے بڑی لطافت سے قرآن کریم نے کھولا جب یہ فرمایا:

اِنَّ فِيْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاخْتِلَافِ الَّيْلِ وَالنَّهَارِ لَاٰيٰتٍ لِّاُولِي الْاَلْبَابِ (۱۹۱)

کہ زمین و آسمان کی تخلیق، دن اور رات کے بدلتے رہنے میں اولی الالباب اہل عقل کے لئے بہت سے نشانات ہیں لیکن اہل عقل کی تعریف یہ فرمائی الَّذِيْنَ يَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ قِيٰمًا وَّقُعُوْدًا وَّعَلٰى جُنُوْبِهِمْ اہل عقل و دانش وہ لوگ ہیں جو اپنے رب کو یاد کرتے ہیں دن کو

بھی اور رات کو بھی۔ کھڑے ہوئے بھی اور بیٹھے ہوئے بھی اور جب وہ رات کو کروٹیں بدل رہے ہوتے ہیں تب بھی اللہ کی محبت ان پر غلبہ پالیتی ہے اور وہ ان کے سارے وجود پر حاوی ہو چکی ہوتی ہے۔ اَلَّذِيْنَ يَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ قِيٰمًا وَّ قُعُوْدًا وَّعَلٰى جُنُوْبِهِمْ یہ وہ لوگ ہیں کہ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ پہ غور کرتے ہیں تو پھر انہیں نظر آتا ہے کہ اس کے پیچھے کیا ہے۔ یہاں یہ نہیں فرمایا کہ اولی الالباب وہ ہیں جو زمین و آسمان کی تخلیق پر غور کرتے ہیں اور اس غور کے نتیجہ میں اللہ کو یاد کرتے ہیں۔ آپ کو ایسا کوئی آدمی دنیا میں نظر نہیں آئے گا۔ اللہ کو یاد کرنے والے جب غور کرتے ہیں تو پھر ان کے دل اس کے پیار اور اس کی خوشبو سے مہک اٹھتے ہیں۔ پھر انہیں ہر بات میں خدا کا ہاتھ نظر آنا شروع ہو جاتا ہے اور جو اپنی طاقت سے دنیا کی تلاش کرتے ہیں تو ان کے لئے ہر چیز جو وہ معلوم کرتے ہیں ایک پردہ ہوتی ہے اور پردے سے پیچھے پردہ اٹھاتے چلے جاتے ہیں اور آگے پردے ہی رہتے ہیں۔ ان غور کرنے والوں سے تو بہتر غالب کا غور تھا جو یہ کہتا ہے:

محرم نہیں ہے تو ہی نوا ہائے راز کا
یاں ورنہ جو حجاب ہے پردہ ہے ساز کا

(دیوان غالب)

کہ اے اللہ کائنات کے رازوں کا صرف تو ہی محرم نہیں ہے۔ ہم نے تو دیکھا ہے کہ تو نے جو پردے ڈالے ہوئے ہیں وہ تو ساز کے پردے ہیں اور ہر پردہ سے تیرے نغمے اٹھتے ہیں یعنی جب مومن غور کرے تو اسے ہر پردہ سے اللہ تعالیٰ کی حمد کے ترانے اٹھتے ہوئے دکھائی دیتے ہیں، وہ ساز کا پردہ بن جاتا ہے اور جب دنیا والا غور کرتا ہے تو اس کا غور اور اس کی نظر ان پردوں سے ٹکرا کر واپس آتی رہتی ہے اور اس کو کچھ اور نظر نہیں آتا۔

آج سائنس نے اتنی ترقی کر لی ہے اور یہ انہیں کی محنتوں کا پھل ہے جنہیں ہم قرآن کریم کی روشنی میں دیکھتے ہیں تو روح وجد میں آجاتی ہے لیکن وہ اسی طرح اندھے کے اندھے ہیں اس لئے کہ قرآن کریم فرماتا ہے:

لَا تُدْرِكُهُ الْاَبْصَارُ ۫ وَهُوَ يُدْرِكُ الْاَبْصَارَ ۚ وَهُوَ اللَّطِيْفُ الْخَبِيْرُ ۞ (الانعام: ۱۰۴)

اگر اس نے نور نبوت نہ بھیجا ہوتا اور وہ خود آسمان سے کسی پاک قلب پر نازل نہ ہوا ہوتا اور اس سے روشنی نہ پھیلتی تو آنکھوں میں طاقت نہیں تھی کہ وہ اپنے خدا کو پا جاتے۔ اتنا کامل انتظام ہے کہ وہ اس سے بالکل ہٹ کر پیچھے جا چکا ہے اور اس خاموشی کے ساتھ اس کا انتظام چل رہا ہے وہ ایسا لطیف اور خبیر ہے کہ نہ تو کہیں چلانے والے کی آواز تمہیں پہنچ رہی ہے، نہ اسے چلاتے ہوئے دیکھ رہے ہو اور نہ اس کے کارندے نظر آ رہے ہیں۔ بے انتہا فرشتے کام کر رہے ہیں لیکن وہ بھی مخفی در مخفی ہو چکے ہیں۔

پس یہ حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کا احسان تھا کہ وہ نور جو آسمان سے آپ پر نازل ہوا، اس نے ہمیں بصیرت عطا کی، اس نے اس کائنات کے پیچھے رونما ہونے والے واقعات تک ہماری نظر پہنچائی۔ کتنا عظیم الشان احسان ہے حضرت اقدس محمد مصطفیٰ ﷺ کا اور اس دور میں کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اس ایمان کو زندہ کیا۔ اس بات میں کوئی شک نہیں ہے کہ ایمان ثریا پر جا چکا تھا۔ ہمارا آقا آسمان پر، ثریا پر جا کر واپس لے کر آیا ہے۔ تب ہمارے دلوں میں ایمان زندہ ہوا ہے۔ پس اللہ تعالیٰ بے انتہا رحمتیں نازل فرمائے اس آقا معلم پر بھی اور اس متعلم پر بھی۔ حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ پر بھی اور آپ کے غلام کامل حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام پر بھی کہ ہم نے ان سے نور بصیرت پایا تو ہم نے اپنے رب کو دیکھا۔ اس سے بڑا اور کوئی احسان نہیں ہو سکتا۔ خدا تعالیٰ ہمیں اس احسان کے بدلہ میں ان پر ہمیشہ درود اور رحمتیں بھیجنے کی توفیق عطا فرماتا رہے۔ آمین۔

خطبہ ثانیہ کے دوران فرمایا:

انتظام سے میری توجہ دوسری طرف منتقل ہو گئی۔ ایک چیز سے دوسری کی طرف ذہن حرکت کرتا رہا اور یہ کہنا بھول گیا کہ ان کارکنان کے لئے دعائیں کریں۔ اللہ تعالیٰ نے ہمارے سلسلہ کے خدام کو، بچوں کو بھی، عورتوں کو بھی، بڑوں اور چھوٹوں کو ایک ایسی پاک روح عطا فرمائی ہے کہ خدا کی خاطر اس طرح کام کرتے ہیں جس طرح کیڑیاں کام کر رہی ہوتی ہیں بلکہ یہ کہنا چاہئے کہ جس طرح شہد کی مکھیاں کام کر رہی ہوتی ہیں ہم تک انتظام کا شہد پہنچتا ہے۔ وہ محنت جیسا کہ میں نے بیان کیا ہے نظر سے اوجھل ہو جاتی ہے اور یہ پتہ نہیں چلتا کہ کس طرح ایک ایک روٹی کے لئے قربانی کے کتنے لمحات خرچ ہوتے ہیں۔ چھوٹے چھوٹے بچے چھوٹی چھوٹی بچیاں روٹیوں کی ٹوکریاں اٹھائے ہوئے

سالن کے پیالے لئے ہوئے سب پھر رہے ہوتے ہیں اور پھر بھی بعض دفعہ مہمان کو پوری طرح تسکین نہیں پہنچا سکتے۔ اس پر پھر وہ شرمندہ بھی ہوتے ہیں۔ مجھ سے میری ایک بچی نے کہا کہ ابا مجھے پتہ نہیں لگا، میں نے تو بہت کوشش کی کہ ٹھیک طرح کھانا پہنچاؤں لیکن آج صبح ایک عورت نے کہا ''بی بی سواد نہیں آیا'' تو میں کس طرح سواد پہنچاؤں مجھے پتہ نہیں لگ رہا۔ تو یہی حال سب بچوں کا ہے۔ ان کی تو پوری کوشش ہوتی ہے کہ کسی طرح ہمارے مہمانوں کو ''سواد'' پہنچ جائے لیکن بعض دفعہ نہیں بھی آتا۔

پس ان سب کے لئے دعائیں کریں۔ ان کارکنوں کی روح کو اللہ تعالیٰ ہمیشہ زندہ رکھے، اپنے فضلوں کا وارث بنائے، اس کے نتیجہ میں ان پر پیار کے ساتھ ظاہر ہو اور یہ محسوس کریں کہ ہمارا اجر دینے والا ہمارا خدا ہے۔ اور ہمیں دنیا میں کسی سے قطعاً نہ امید رکھنی چاہئے نہ اس کے کوئی معنے ہیں۔ ہمیشہ خالصتہً للہ ہمارے کارکنان کام کرتے ہیں۔ خدمت خلق والے بھی ہیں، لنگروں میں کام کرنے والے، دیگر انتظاموں میں ملاقات کے انتظام کرنے والے، باہر سے آنے والے، ربوہ میں رہنے والے، ایک عجیب چیز ہے ایسی چیز دنیا میں کسی اور نے نہیں دیکھی ہوگی۔ دنیا میں ایسی کوئی جماعت نہیں یہ میں آپ کو یقین دلا دیتا ہوں۔ بعض غیر بھی محسوس کرتے ہیں۔ باہر سے ایک مہمان آئے ہوئے تھے، ان کا تاثر یہ تھا۔ انہوں نے اپنے ایک دوست سے کہا کہ ایسی چیز دنیا میں ہے ہی کہیں نہیں۔ یہ لوگ جو میں نے دیکھے ہیں یہ قوم ہی الگ ہے ان کی کہیں بھی کوئی نظیر نہیں ہے اور واقعتہً بھی یہی ہے۔ یہ بھی خدا تعالیٰ کی طرف سے نور نبوت کا احسان ہے جب تک نور نازل نہ ہو دنیا زندہ نہیں ہوا کرتی۔ یہ وہ زندگی کے آثار ہیں جن کو ہم دیکھ رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان سب کو جزائے خیر عطا فرمائے۔ آمین

(روزنامہ الفضل ربوہ ۴؍ مارچ ۱۹۸۴ء)